UNIVERSAL LIBRARY

OU_224961

UNIVERSAL LIBRARY

حیدرآباد کا غذائی مسئلہ

از

آنریبل مسٹر ڈبلیو۔ وی گرگسن سی۔ ایس آئی آئی سی ایس
صدر المہام رسد سرکارِ عالی

(شائع کردہ)
محکمۂ رسد سرکار عالی
مطبوعہ دار الطبع سرکار عالی

حیدرآباد میں

زیادہ غلہ اگانے کی مہم

صدرالمہام بہادر مال سرکار عالی کی تقریر جو جنگی نمائش میں

زیادہ غلہ اگانے کی مہم کیلئے مختص کردہ

یوم کے موقع پر

۲ر نومبر ۱۹۴۴ء کو فرمائی گئی

خواتین و حضرات!

جب ہم جنگی نمائش کا ذکر کرتے ہیں تو قدرتاً ہمیں اپنی شہنشاہیت ممالک محروسہ اور اپنے حلیفوں کی فوجوں کا خیال آتا ہے جن کے بحری۔ بری اور فضائی جنگوں میں شاندار کارناموں کی بدولت امن کی بحالی کا امکان اسقدر قریب آگیا اور یہ یقین ہو گیا کہ دنیا امریکی اعلان آزادی کے الفاظ میں ان حقائق کو روبہ عمل دیکھے گی کہ تمام انسان مساوی پیدا ہوئے ہیں اور ان کے خالق نے انہیں جو غیر منفک حقوق عطا فرمائے ہیں وہ زندگی۔ آزادی اور تلاش مسرت کے حقوق ہیں۔

لیکن بعض اوقات ہم اس حقیقت کو نظرانداز کر جاتے ہیں کہ کوئی فوج یا جنگی طاقت صرف جنگی مرکزوں یا وطنی محاذ کے بل بوتے پر ہی آگے بڑھ سکتی ہے کیونکہ نہ صرف فوجوں بلکہ شہری آبادی کیلئے بھی غلہ اور دوسری ضروریات زندگی یہیں سے فراہم کی جاتی ہیں چنانچہ ہم کو ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کافی مقدار میں غلہ کی فراہمی اور قابل [illegible]

جنگی نمائش کے آج [illegible]

کیونکہ ہمیں اس سے واقف ہونا چاہیئے کہ مملکت آصفیہ میں اب تک اس ضمن میں کیا کام ہو چکا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ آج کا دن زیادہ غلہ اگانے کی مہم کیلئے مختص کر دیا گیا ہے۔ لیکن میں آپکی توجہ اپنے محکمہ رسد کے اس کام پر بھی منعطف کرانا چاہتا ہوں جو اس نے غلہ حاصل کرنے بیرون ممالک محروسہ غلہ کی برآمد پر نگرانی رکھنے اور اندرون ممالک محروسہ اسکی تقسیم کرنے کیلئے انجام دیا ہے۔ مجموعی اعتبار سے ہندوستان غلہ کی قلت والا ملک ہے۔ آنریبل سر سلطان احمد نے حال ہی میں اس کمائشس میں اور حیدرآباد کی مجلس دفاع میں تقریر کرتے ہوئے یہ بتلایا تھا کہ برما پر جاپان کا قبضہ ہو جانے کی وجہ سے ہندوستان کو سالانہ بیس لاکھ ٹن چاول کا نقصان ہو رہا ہے اور ہندوستان بالخصوص بنگال کو قحط کے مصائب کا جو سامنا کرنا پڑا ہے اسکا ایک بڑا سبب یہ نقصان ہے، لیکن ہندوستان کی غذائی رسد میں حقیقی اور مستقل کمی اس سے بہت زیادہ ہے اور جیسا کہ گزشتہ چند سال کے دوران میں بارہا بیان کیا جا چکا ہے ہندوستان کے باشندوں کی خوراک زمانہ امن میں بھی ناکافی ہوتی ہے۔ مقدار کے اعتبار سے آبادی کا بیشتر حصہ اور غذائیت کے لحاظ سے تقریباً ہر شخص کو کافی غذا نہیں ملتی کیونکہ امیر و غریب سب کو خوراک میں تنوع نہیں ہوتا اور دودھ۔ دودھ سے تیار کی ہوئی اشیاء۔ میوہ۔ ترکاریاں مچھلی اور انڈا جیسی صحت بخش اشیاء کافی مقدار میں استعمال نہیں کی جاتیں۔ مرکزی مجلس تحقیقات زرعی کی مجلس مشاورت نے ایک حالیہ یادداشت میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان کی چالیس کروڑ آبادی کے لئے کم سے کم مقدار میں بھی مناسب اور موزوں خوراک فراہم کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ غلہ کی پیداوار میں ۱۰ فیصد دالوں کی پیداوار میں ۲۰ فیصد چربی اور تیلوں کی مقدار میں ۲۵۰ فیصد۔ میوے کی پیداوار میں ۵۰ فیصد۔ ترکاریوں کی پیداوار میں ۱۰۰ فیصد اور دودھ

مچھلی اور انڈہ کی مقدار میں ۳۰۰ فیصد اضافہ کیا جائے انسانی ضروریات کیلئے ان اشیاء کی مقدار میں اضافہ کرنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ کاشتکاری اور نقل وحمل کا مزید کام انجام دینے، زیادہ کھاد تیار کرنے اور دودھ حاصل کرنے کیلئے مویشیوں کی تعداد میں کافی اضافہ کیا جائے۔ اس طرح انسانوں کیلئے اشیاء خوردنی فراہم کرنے کے علاوہ مویشیوں کیلئے چارہ اور کھلی وغیرہ کی کثیر مقدار کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ مذکورہ یادداشت میں ان دونوں چیزوں میں علی الترتیب ۵۵ فیصد اور ۴۰۰ فیصد اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن اس یادداشت میں ایک اور اہم مسئلہ کا ذکر نہیں کیا گیا جو مابعد جنگ تنظیم کی تجاویز میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور یہہ مسئلہ ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کیلئے غذا فراہم کرنے کا سوال ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فی الحال ہمارے پیش نظر اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ بدوران جنگ برما اور دوسرے ممالک سے درآمد کی جانیوالی اشیاء خوردنی کی مسدودی کی تلافی اور فوجوں کی بہت بڑھتی ہوئی ضروریات کی تکمیل کی جائے۔ لیکن اسکے بعد ہمارے پیش نظر مسئلہ یہہ ہے کہ ہندوستان کی موجودہ آبادی کی ضروریات کی بخوبی تکمیل کیلئے اجناس خوردنی کی اور چارہ کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے اور اس سے بھی بعید تر مسئلہ یہہ ہے کہ آیندہ تیس یا چالیس سال تک ہندوستان کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کیلئے غذا فراہم کرنے کی تجاویز اختیار کی جائیں۔ اسوقت موخر الذکر دو مسائل کے متعلق میں صرف یہہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح ہم نے بھی مابعد جنگ تنظیم کیلئے مجالس قائم کی ہیں جو عام امکانات کا جائزہ لینے کے کام میں مصروف ہیں۔

ہم یہہ محسوس کر رہے ہیں کہ گزشتہ دور میں ہم نے کپاس اور روغن دار تخم جیسی نفع بخش پیداواروں کی کاشت کی ممکنہ حد تک حوصلہ افزائی کی۔ بہ الفاظ دیگر میں

یہہ کہہ سکتا ہوں کہ انسانوں کی اہم ترین ضرورت یعنی اجناس خوردنی کی قیمتوں پہ نگرانی رکھنے میں ناکام ہو کر ہم نے غیر غذائی فصلوں کی کاشت کو مقابلتاً بہت زیادہ نفع بخش بنا دیا۔ فصلوں سے متعلق منصوبہ بندی میں یہہ ضروری ہے کہ کاشت کاروں کی دیرینہ روایات اور زمین استعمال کرنے کے بارے میں زمینداروں کے قدیم طریقوں میں اس سے زیادہ مداخلت کی جائے جتنی کہ ہم جنگ سے قبل ممکن خیال کرتے تھے۔

جنگ ختم ہونے کے بعد آب پاشی کا انتظام کرنے کا ایک قابل لحاظ پروگرام بھی ہمارے پیش نظر ہے جس میں نہ صرف تنگبھدرا اور گوداوری جیسی بڑی سکیمیں شامل ہیں بلکہ متعدد دوسری سکیمیں بھی ہیں۔ جو انفرادی طور پر تو چھوٹی چھوٹی سکیمیں ہیں لیکن بحیثیت مجموعی ہمارے غذائی وسائل میں اضافہ کرنے اور بارش کی نقصان رسانی سے محفوظ رکھنے میں بہت اہم حصہ لیں گی۔ ایک ماہ میں ہندوستان کے موازنہ کو بارش پر مبنی سالانہ جوا کہا جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ فصلوں کی تیاری اور تخمینہ کا دارومدار بارش کے رحم و کرم پر ہے اور دکن میں تو بارش کی ناقابل اعتبار رفتار ہندوستان کے دوسرے حصوں سے بھی زیادہ نقصان رساں ہے جس کی وجہہ زیر کاشت رقبے میں اضافہ کے باعث پیداوار میں اضافہ کی توقعات رائگاں جاتی ہیں اور بہتر قسم کے تخم اور کھاد کا استعمال بے نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ بارش یا تو کم یا بے وقت ہو جاتی ہے یا آخر ستمبر۔ اکتوبر یا نومبر میں یا ایسے وقت جبکہ فصل ربیع پختہ ہو رہی ہو بے وقت زیادہ بارش ہوتی ہے گزشتہ سال چاول کے زیر کاشت رقبہ میں کافی اضافہ کیا گیا لیکن چانول کی پیداوار سابقہ سال سے بھی کم تھی فصل خریف کے بارے میں بہت اچھی توقعات تھیں لیکن بے وقت اور مسلسل بارش کی وجہ سے اسے بہت نقصان پہونچا۔ اسکے علاوہ اس بارش کی وجہ سے ربیع کی کاشت میں دیر ہو گئی اور بڑا حصہ کاشت نہ کیا جا سکا مزید براں فصل ربیع کیلئے

ڈسمبر میں ضروری بارش نہیں ہوئی اور فروری اور مارچ میں شدید بارش ہونیکی وجہ سے بھی کافی نقصان پہنچا۔ اس سال بھی اگسٹ میں بہت دنوں تک بارش نہیں ہوئی اور اکثر تالابوں میں پانی نہیں آیا۔ چنانچہ فصل ربیع میں چاول کی جو کاشت ہوئی وہ اوسط سے بھی بہت کم تھی اور اسطرح ہم اپنی پالیسی کی ایک قابل لحاظ نمایاں خصوصیت سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ ممالک محروسہ میں اب پاشی کے تمام دیہی وسائل سرکاری ملکیت میں ہیں چنانچہ حکومت مواضعات کے تالابوں کی دیکھ بھال اور مرمت کرتی ہے اور گزشتہ چند سال سے شکستہ تالابوں کی درستی کے پروگرام کو روبہ عمل لانے پر ہر سال کئی لاکھ روپیہ صرف کر رہی ہے۔

ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح ہم نے بھی زیادہ غلہ اگانیکی مہم کے سلسلہ میں بہت کام کیا ہے میں زیادہ اعداد و شمار پیش کرکے آپ کو پریشان کرنا نہیں چاہتا۔ تاہم اتنا کہوں گا کہ [illegible] اور [illegible] میں ہم نے علی الترتیب (۱۱۱۰۰) اور (۱۲۳۵۰۰) ایکڑ [illegible] کاشت کیلئے اچھی قسم کے تخم تقسیم کئے گزشتہ سال (۰۰[illegible]) ایکڑ اور اس سال (۱۵۵۰۰) ایکڑ رقبہ کیلئے کھاد کے طور پر استعمال کرنیکی غرض سے مونگ پھلی کی کھلی تقسیم کی۔ اس سال تقسیم کی ہوئی مقدار میں جو کمی ہوئی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ بارش کی کمی کی وجہ اور کھلی کی تقسیم کے لئے جو رقم مختص کی گئی تھی اسے پوری طرح زیر کاشت لانا ممکن نہ ہو سکا۔ کچھی اور مرکب کھاد کے استعمال کو ترقی دینے کی تدبیریں بھی ہم نے اختیار کی ہیں اور تمام بڑے مقاموں میں کوڑا کرکٹ سے مرکب کھاد تیار کرنے کا کام اس سال خاص طور پر شروع کیا گیا ہے اور بہتر قسم کے تخم اور کھاد استعمال کرنیکے لئے کثیر رقمیں بطور تقاوی تقسیم کیگئی ہیں چنانچہ

۱۹۴۵-۴۶ء میں ہم نے اس مقصد کیلئے ۱/۲ ۳۳ لاکھ روپیہ صرف کئے ہیں جنگ کے پہلے سال کے بعد ہم نے چھوٹے ریشے والی کپاس کے بجائے اجناس خوردنی کی کاشت کو ترقی دینے کیلئے بہت کوشش کی اور یہ کام علاقہ مرہٹواڑہ میں خاص طور پر انجام دیا گیا اگرچہ تمام ہندوستان میں کپاس کی قیمتیں بہت زیادہ ہونیکی وجہ سے ۱۹۴۳-۴۴ء میں ہماری کوششیں ناکام رہیں۔ ہم نے افتادہ اراضیات بھی قلیل مدت کیلئے برائے نام لگان پر اٹھادی ہیں اور یہ شرط عاید کی ہے کہ اس اراضی پر غلہ کی کاشت کی جائے۔ جو تالاب خشک پڑے تھے انہیں غلہ کاشت کرنیکی اجازت دی اور نظام ساگر۔ ڈنڈی پراجکٹ اور آبپاشی کے دوسرے وسائل کے تحت کاشت کو بھی ترقی دی۔ اس سال مانیرا ور چندرا واگو نامی دو اہم پروجکٹوں کی تعمیر بھی شروع کیگئی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں گزشتہ سال کپاس کی بڑھی ہوئی قیمتیں کاشت کاروں کیلئے بڑی کشش رکھتی تھیں اور اسکی وجہ سے ایک ایسے زمانہ میں جبکہ ہمیں ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنیکی ضرورت تھی کپاس اور مونگ پھلی کے زیر کاشت رقبہ میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔ اسمیں شک نہیں کہ مونگ پھلی کا تیل غذا کا ایک جز ہے لیکن یہاں مونگ پھلی کی کاشت زیادہ تر یورپ کو تیل برآمد کرنیکے لئے کیگئی۔ گزشتہ سال موسمی حالات بھی موافق نہ تھے چنانچہ علاقہ کرناٹک میں فصل ربیع کی کاشت کے وقت بارش کی رفتار غلہ سے زیادہ کپاس کی کاشت کیلئے موزوں تھی۔ حالات سے مجبور ہوکر ہم نے اس سال سختی اختیار کی اور زیادہ نفع بخش فصلوں کی کاشت پر تحدید عاید کرنے کیلئے ایک خصوصی دستور العمل نافذ کیا جسکی رو سے کاشت کاروں کیلئے کم ازکم دو تہائی اراضی پر اجناس خوردنی کی کاشت کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے ہم نے صرف قانون بنانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر ضلع میں تعلقداروں نے پٹیلوں، پٹواریوں اور غذا پر نگرانی کی اسکیم کے تحت مواضعات میں قائم کی ہوئی غذائی

مجالس کے اراکین کو جمع کر کے ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ ممکنہ حد تک غلہ کی قلت کو رفع کرنا ہر شخص کا مذہبی فرض ہے اور اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ نہ صرف ممالک محروسہ بلکہ تمام ہندوستان میں کپاس اور مونگ پھلی کے زیر کاشت رقبہ میں کمی کیجائے ہمارے زرعی اعداد و شمار کے پہلے دورے کے اعداد کے مطابق اس سال کی فصل خریف میں کپاس کے زیر کاشت رقبہ میں ۱۴۲ لاکھ ایکڑ سے ۱۱۱ لاکھ تک کمی ہوگئی ہے اور مونگ پھلی کے زیر کاشت رقبہ میں بھی ۱۳۱ لاکھ سے ۱۲۶ لاکھ ایکڑ تک کمی ہوئی ہے۔ بحیثیت مجموعی ان دونوں فصلوں کے زیر کاشت رقبہ میں (۲۶۲۴۰۰۰) ایکڑ کی کمی ہوئی ہے۔ موسمی حالات کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ اس تمام رقبہ پر فصل خریف کی کاشت کی جائے۔ تاہم اس فصل میں اجناس خوردنی کے تحت رقبہ میں تقریباً (۵۰۰۰۰) ایکڑ کا اضافہ ہوا ہے اور دالوں کے تحت رقبہ میں بھی (۳۴۶۰۰۰) ایکڑ اضافہ ہوا۔ اسی طرح اس بات کا یقین ہے کہ باقی ماندہ اراضی فصل ربیع کی کاشت کیلئے تیار ہوگئی ہے اور بیشتر حصہ پر اجناس خوردنی کی کاشت کیجا چکی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ عدم بارش کی وجہ سے بعض اضلاع میں کچھ دیر ہو جائے۔ زیادہ نفع بخش پیداواروں کے بجائے اجناس خوردنی کی کاشت میں جو قابل لحاظ اضافہ ہوا ہے میں اسکا واحد صرف متعلقہ قانون اور اسمیں مقرر کی ہوئی سزاؤں یا کپاس کی قیمتوں میں کمی کو قرار نہیں دے سکتا۔ بلکہ میں بڑی حد تک اس کا سبب کاشتکاروں کے اس احساس کو بھی سمجھتا ہوں کہ غذائی مسئلہ کو حل کرنے میں انہیں بھی حصہ لینا چاہیئے۔

جہاں تک اشیاء خوردنی کے حصول اور تقسیم کا تعلق ہے ہم نے [illegible] حالات کو محسوس کرتے ہوئے اور اپنے آئینی مرتبہ کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے اس مسئلہ پر کل ہند نقطہ نظر سے غور کیا اور یہ کوشش کی کہ مرکزی حکومت نے تمام ملک کیلئے

اس بارے میں جو پالیسی اختیار کی ہے اسمیں ممکنہ حد تک پوری طرح حصہ لیں برما سے
چاول کی درآمد بند ہو جانے کی وجہ سے ہم اپنے جنوبی ہمسایوں سے
چاول کی اتنی مقدار حاصل نہ کرسکے جو جنگ سے قبل درآمد کی جاتی تھی
اس وقت (۷۰۰۰۰) ٹن کے قریب چاول درآمد کیا جاتا تھا لیکن گزشتہ
سال ہمارے یہاں چاول کی فصل خراب ہو جانے کی وجہ صرف ([illegible]) ٹن
چاول دستیاب ہو سکا چنانچہ ہم نے زیادہ احتیاط سے کام لیا اور حیدرآباد سکندرآباد
[illegible] میں پوری طرح راشن بندی نافذ کردی۔ [illegible]
شاہ آباد اور رسول پور میں اسکے نفاذ کی منظوری دی اور [illegible] ہر
خاندان کیلئے ایک قسم کا راشن کارڈ جاری کر دیا۔ مضافاتی مواضعات کیلئے
راشن مقرر کرنے اور ممالک محروسہ کے [illegible] حصے میں جہاں غلہ کی قلت ہے
وہاں مواضعات میں راشن بندی نافذ کرنے کی اسکیم سے متعلق تجاویز
[illegible] چاول کی قلت کی وجہ سے ہم نے ہر جگہ جوار [illegible] روزانہ راشن میں
[illegible] اب تک ہمارے لئے یہ ممکن رہا ہے کہ چاول [illegible]
[illegible] زیر نگرانی اجناس خوردنی سے کردی جائیں [illegible] دالوں پر
نگرانی نہیں قائم کی گئی ہے لیکن انکی فراہمی بہت کافی ہو رہی ہے۔ بڑے مقاموں
میں راشن بندی کرنیکے لئے ضروری ذخیروں کا حصول: غلہ کی قلت والے اضلاع
اور اہم سرویسوں اور صنعتوں کیلئے مناسب انتظام اس طرح ممکن ہو سکا ہے کہ ہر کاشتکار سے
کاشت کئے جانے والے ہر ایکڑ پر غلہ کی مقررہ مقدار لازمی طور پر وصول کی گئی اور
اس حصہ کو وصول پر جمع و منتقل اور تقسیم کرنے اور جن علاقوں میں پیداوار ضرورت
سے زیادہ ہوتی ہے وہاں غلہ کی مزید خریداری کرنے کیلئے حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن
کے نام سے ایک وسیع نظام قائم کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے گزشتہ سال کے ناموافق حالات

کی وجہ سے دوسرے صوبوں اور ریاستوں کیلئے (۱۸۰۰۰) ٹن سے زیادہ باجرا وغیرہ برآمد کرنا ممکن نہ ہوسکا لیکن ہم نے باقی ماندہ ہندوستان کیلئے (۵۵۰۰۰) ٹن دالیں روانہ کیں اور اس کے علاوہ بتولہ مونگ پھلی ارنڈی کا تیل اور کھلی انڈے مرغیاں بھیڑیں اور بکریاں وغیرہ بھی بڑی تعداد میں برآمد کیں۔ گذشتہ سال ہمیں شدید مشکلات درپیش تھیں اور اضلاع رائچور اور گلبرگہ کے کئی تعلقوں میں قحط بھی تھا اسکے باوجود ہم نے (۵۹۵۰۰) ٹن باجرا وغیرہ برآمد کیا اور اسکے علاوہ اپنے قحط زدہ ہمسایوں اور فوج کی بھی متعدد طریقوں پر مدد کی۔ ہمارے انتظامات رسد کیلئے یہ ضروری تھا کہ وہ ایک ایسے ملک میں مسلسل تشہیر اور نشر و اشاعت کا کام کرے۔ یہاں کی دیہی آبادی بالعموم سیاسی اعتبار سے غیر ترقی یافتہ ہے۔ مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کے علاوہ ہم نے اضلاع اور تعلقات میں اور ہر ایک موضع میں مجالس اغذیہ قائم کیں تاکہ وہ حصہ پیداوار کی وصولی غلہ کی خریداری اور اغذیہ سے متعلق نشر و اشاعت میں مدد دیں۔ میں یہ غلط دعویٰ نہیں کرتا کہ ان تمام مجالس نے اپنا کام پوری طرح انجام دیا ہے یا ایسے مواضعات کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ یہاں دیہی مجالس پر خود غرض دیہی عہدہ داروں کا قبضہ ہے تاہم بڑی احسان مندی کے ساتھ میں یہ اعتراف کروں گا کہ ہمیں ان مجالس سے جو ممالک محروسہ کیلئے نئی چیز ہیں کسقدر مدد ملی ہے۔ اضلاع کی مجالس اغذیہ اور مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ بالخصوص موخرالذکر کی مجلس عاملہ بھی اشتراک عمل اور تعمیری تنقید کے لئے ستائش کی مستحق ہیں۔ اُن غیر سرکاری اداروں کی امداد کے بغیر اجناس خوردنی کی کاشت تحصیل تقسیم اور برآمد کا انتظام کرنے اور رائے عامہ کی تائید حاصل کرنے میں ہمیں اتنی زیادہ کامیابی نہیں ہوسکتی تھی

جتنی کہ اب ہوئی ہے۔

خواتین و حضرات! اب میں آپ کو نمائش دیکھنے سے زیادہ دیر تک روکنا نہیں چاہتا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ اس نمائش میں محکمہ جات زراعت۔ علاج حیوانات۔ سمکیات۔ اور مارکٹنگ کے اسٹالوں کو خاص طور پر ملاحظہ فرمائینگے میرے خیال میں حیدرآباد یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اغذیہ سے متعلق مختلف کاموں کی حانک جن میں سے چند کا ذکر تو میں نے کیا ہے اور اکثر کا تذکرہ اتنے کم وقت میں ممکن نہ ہوسکا ہمارے محکمہ جات مال، رسد۔ اور زراعت کے عہدہ داروں نے محنت تندہی اور جانفشانی سے کام کرکے جنگ جیتنے میں حقیقی مدد دی ہے اور عوام اس سے جتنا زیادہ واقف ہوتے جائیں گے اتنا ہی زیادہ اشتراک عمل سے کام لیں گے۔ اب جبکہ امن کا زمانہ قریب آرہا ہے اور دوسری زیادہ مشکل تجاویز کو روبہ عمل لانا ہے ہمیں یہ اُمید رکھنی چاہیئے کہ پبلک کا جوش اور تعاون اسی طرح قائم رہیگا اور ہم یہ ظاہر کردینگے کہ تمام حیدرآباد دکن دورامن کی ضروریات اور تمام باشندوں کی فلاح و بہبود کو ترقی دینے کیلئے اسی طرح تن دہی سے کام کرسکتے ہیں جسطرح انھوں نے جنگی ضروریات کے تحت کیا ہے۔ ہمیں اسکا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ مابعد جنگ زمانہ میں میدان جنگ سے واپس آنے والے سپاہیوں ملاحوں اور طیارچیوں کو بھی جنہیں نظم و ضبط اور اشتراک عمل کی پوری تعلیم دی گئی ہے اس زبردست کام کی انجام دہی میں نمایاں حصہ لینا ہوگا۔ ہماری حکومت ان لوگوں کیلئے مابعد جنگ روزگار فراہم کرنیکی غرض سے فیاضانہ طور پر مالی گنجائش فراہم کررہی ہے اور ہمیں یہ کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ہم ان کی حب الوطنی اور ایثار و قربانی کے کس قدر ممنون ہیں۔

حیدرآباد

کا

غذائی مسئلہ

حیدرآباد کا غذائی مسئلہ

جناب صدر و اراکین حیدرآباد معاشی کانفرنس!

مجھے آپ سے اس بات کی معافی مانگنی ہے کہ میں یہ خطبہ ذاتی طور پر نہیں پڑھ سکا کیونکہ بعض اہم اور ناگزیر وجوہات کی بناء پر میری موجودگی دوسری جگہ لازمی تھی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کرینگے اگر یہ خطبہ جو حیدرآباد کے غذائی مسئلہ کے بارے میں ہے، میری جانب سے میرے دوست اور شریک کار مسٹر فضل اللہ صدر ناظم محکمہ رسد آپ کو سنائیں۔ آپ نے یہ موقعہ عطا کر کے مجھے عزت بخشی ہے کہ میں ایسے باثر سامعین کے آگے غذائی مسئلہ کی کچھ تفصیل پیش کر سکوں اور یہ بتا سکوں کہ اس مسئلہ کے حل کرنے کیلئے ہم نے ابتک کیا کیا ہے۔ اور اب کیا کر رہے ہیں۔ اس موقعہ کے عطا کئے جانے پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پچھلے دو سال میں میں نے سارے ممالک محروسہ سرکار عالی میں غذائی مسئلہ کی بابت اسقدر زیادہ اور اتنے مختلف موقعوں پر اظہار خیال کیا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ میں وہ باتیں دہرانے سے نہیں بچ سکتا ہوں جو میں نے کہیں اور پہلے کہی ہیں لیکن درحقیقت اس سلسلے میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں بہت زیادہ دہرایا نہیں جا سکتا ہے۔ ہم نے اپنی موجودہ غذائی تنظیم کے ذریعہ کاشتکار کے روایاتی کاموں'' درمیانی کارندوں۔ ٹھوک اور چلر فروش بیوپاریوں حمل ونقل کے انتظامات اور صارفین تک کے معاملات میں بہت زیادہ دخل دیا ہے۔ اس تنظیم کے اثرات ملک کے ہر ہر فرد کی روزمرہ زندگی پر نمایاں ہیں اور ہر ایک کو اپنے روزمرہ کے کاموں میں اس تنظیم کے مطابق عمل کرنا کچھ اسلئے ناگزیر ہے کہ اس اندیشہ کے باوجود کہ ہمارا بیان اُن لوگوں کیلئے جو ابتک

اس مسئلہ کے اہم تر پہلوؤں سے واقف ہو چکے ہیں بالکل غیر دلچسپ ہوگا۔ ہم ایک عامی خصوصاً کم تعلیم یافتہ اشخاص کو یہہ پوری طرح نہیں سمجھا سکتے ہیں کہ اس تنظیم کے تحت عام زندگی میں اس تمام دخل دینے کے مختلف اسباب و وجوہ کیا ہیں۔

پچھلے مہینے جنگی نمائش کے سلسلہ میں زیادہ غلہ اگانے کی مہم کے یوم کا افتتاح کرتے ہوئے میں نے جو تقریر کی تھی اس میں غذائی مسئلہ کے چند اہم پہلوؤں کا ذکر کیا گیا تھا ہندوستان بحیثیت مجموعی ایک ایسا ملک ہے جہاں اتنا غلہ پیدا نہیں ہوتا جو اسکی آبادی کی ضروریات کیلئے کافی ہو۔ برما اور سیام پر دشمن کے قبضہ سے ہندوستان سالانہ بیس لاکھ ٹن چاول کی درآمد سے محروم ہو گیا ہے۔ ہماری موجودہ غذائی مشکلات کا یہی بڑا سبب ہے لیکن ہندوستان میں غذا کی صحیح معنوں میں جو مستقل کمی ہے وہ اس سے زیادہ ہے۔ ہندوستان کے باشندوں کی خوراک اپنی نوعیت کے لحاظ سے امن کے زمانہ میں بھی ناکافی تھی۔ یہ کمی مقدار کے اعتبار سے ملک کی اکثریت اور غذائیت کے لحاظ سے سب کیلئے برابر تھی کیونکہ تمام امیر و غریب عمر بھر عموماً ایک ہی قسم کی غذا استعمال کرتے ہیں اور انہیں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ انسان کی صحت کو قائم رکھنے والی غذائیں مثلاً دودھ پھل ترکاریاں انڈے اور مچھلی کا مناسب مقدار میں استعمال نہیں ہوتا پچھلے کچھ عرصے میں اس سوال پر خاص بحث و گفتگو رہی اور غور کیا جاتا رہا زرعی تحقیقات کی امپیریل کونسل نے اپنی ایک یادداشت میں بتایا ہے کہ ہندوستان اپنی موجودہ چالیس کروڑ آبادی کیلئے مناسب طور پر انسانی جسم کی تمام ضروریات کو پورا کرنیوالی جو کم سے کم غذا درکار ہے اسکی فراہمی کیلئے غلہ کی پیداوار میں دس فیصد۔ دالوں کی پیداوار میں ۲۰ فیصد چربی اور تیلوں کی مقدار میں ۲۵ فیصد پھلوں کی پیداوار میں پچاس فیصد۔ سبزیوں اور ترکاریوں کی پیداوار میں سو (۱۰۰) فیصد اور دودھ مچھلی اور انڈے کی مقدار میں (۳۰۰) فیصد کا اضافہ کرنا ہوگا۔ اسکے ساتھ

مویشیوں کی تعداد میں جوان مزید ضروریات کی سربراہی کے حمل ونقل اور کاشت کے نئے کام انجام دینگے۔ بڑا اضافہ کرنا ہوگا اسطرح ان مویشیوں کیلئے بھی زیادہ چارہ فراہم کرنے کی ضرورت ہوگی چنانچہ مذکورہ یادداشت میں بتایا گیا ہے کہ اندازاً ہمیں مویشیوں کی تعداد میں پچپن فیصد اور ان کے چارہ کی پیداوار میں چارسو فیصد کا اضافہ کرنا ہوگا۔

لیکن اس یادداشت میں صرف ایسے مسائل سے بحث کیگئی ہے جو نسبتاً عارضی حیثیت رکھتے ہیں ان میں یہ سوالات شامل ہیں کہ (الف) ہندوستان کو جنگ کے زمانے میں باہر کا غلہ نہ ملنے سے جو کمی موجودہ آبادی کی ضروریات کیلئے پڑ رہی ہے اُسے کسطرح پورا کیا جائے اور (ب) ہندوستان کی فوجوں کیلئے غذا فراہم کرنیکی کیا تدابیر اختیار کیجائیں ہندوستان یا حیدرآباد کے غذائی مسئلہ کے متعلق سوچ بچار در حقیقت اس سے آگے بڑھ کر ہونا چاہیئے جیسا کہ میں نے جنگی نمایش کے جلسہ کے موقعہ پر کہا اس میں یہ سوال بھی شامل ہونا چاہیئے کہ کھانے پینے کی چیزوں اور چارہ کی پیداوار میں اسقدر اضافہ کیا جاتے جس سے ہندوستان کی موجودہ آبادی کی ضروریات کی مناسب طور پر تکمیل ہوسکے۔ اور اس سے بھی آگے ہمارے پیش نظر دہ طویل تر لائحہ عمل ہونا چاہیئے جس کے تحت اگلے تیس یا چالیس سال میں ہندوستان کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کیلئے غذا فراہم کیجاسکے ہمیں یہ اچھی طرح سمجھ لینا ہے کہ غذا کا سوال جو اب تک حیدرآباد یا کل ہند کا سوال تھا اب ایک عالمی مسئلہ بن گیا ہے پچھلے دنوں امریکہ میں بین الاقوامی کانفرنسیں ہوئی ہیں جن میں اغذیہ کی مقداروں کی فراہمی اور غذا کی سہولت بہم پہونچانے کے لیے بین الاقوامی ادارہ نے کچھ تجاویز اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے ان عالمگیر تدابیر میں ہندوستان کو بھی حصہ لینا لازم ہے۔

تاہم اس وقت ہم سب کے ذہنوں میں سب سے زیادہ اہمیت عام طور پر

ہندوستان اور خاص طور پر حیدرآباد کی موجودہ غذائی صورت حال کی ہے۔ اس لئے میں اس خطبہ کا بیشتر حصہ یہ بیان کرنے میں صرف کرونگا کہ ہم نے اس سلسلہ میں اب تک کیا گیا ہے اور مستقبل قریب میں کیا کرنے والے ہیں سال رواں یعنی ۴۵-۱۹۴۴ء میں غذائی پیداوار کے کچھ اعداد و شمار بھی پیش کئے جائینگے۔

لڑائی کے شروع ہونے کے بعد جلد ہی دنیا کے تقریباً دوسرے تمام ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی غذا کے سوال نے ایک اہم مسئلہ کی شکل اختیار کر لی ہے یہاں ہماری ابتدائی مشکلات قیمتوں کے بڑھنے سے شروع ہوئیں۔ لیکن یہ سوال تکلیف دہ اس وقت ہوا جب برما اور سیام سے چاول کی برآمد جو بیس لاکھ ٹن سالانہ تھی بند ہوگئی اس صورت حال میں مزید ابتری بنگال میں اکتوبر ۱۹۴۲ء کے ہوائی طوفان اور اس روز افزوں خطرہ سے پیدا ہوئی کہ ہندوستان پر شاید دشمن حملہ کردے ان سوالات اور ایسے ذخیروں کی غیر موجودگی کی وجہ سے جنہیں صارفین ایسی قیمتوں پر خرید سکیں جن میں کاشتکار کا منافع بھی شامل ہو، اور زر کاغذی کی بے اعتباری کی بنا پر غلہ کا ذخیرہ کرنے کے رجحانات پیدا ہوئے تمام ہندوستان کے کاشتکاروں پر یہ واضح ہوگیا کہ غلہ کی نئی بڑھی ہوئی قیمتوں کی بنا پر وہ پہلے کی بہ نسبت کم غلہ فروخت کرکے اُسقدر نقد رقم حاصل کرسکتے ہیں جو اُن کی مختلف ضروریات کیلئے کافی ہو۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے ذخیرے روک لئے اور اپنی ضروریات سے زیادہ جو غلہ وہ عموماً شہری بازاروں میں بھیجدیتے تھے اُس کی مقدار کو کم کردیا بعض صورتوں میں کاشتکاروں نے اپنے گھریلو استعمال کے غلہ کے مقدار کو بھی بڑھادیا غلہ کی قانونی قیمتوں میں مزید اضافے یا چور بازار کی قیمتوں کے اور بڑھنے کی اُمید میں اجناس کو باقاعدہ بازاروں میں بھیجنے سے روک لینے کے رجحان افراط زر۔ اور حمل و نقل کی مشکلات نے غذائی صورت حال میں زیادہ ابتری پیدا کردی۔ یہ حالات قدرتاً

دیہی علاقوں کی بہ نسبت شہروں میں زیادہ سخت تھے۔ کیونکہ سارے ہندوستان کے شہروں میں غلہ کی فراہمی اُس مقدار سے ہوتی ہے جو کاشتکار کے اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات کے پورا کرنے کے بعد بچ رہتا ہے۔

حیدرآباد برطانوی ہند کے بعض صوبوں سے یوں زیادہ خوش قسمت ہے کہ یہاں سے بحیثیت مجموعی غلہ برآمد کیا جاتا ہے ۱۳۴۷ف سے ۱۳۵۱ف تک (۳۸-۱۹۳۷ء تا ۴۲-۱۹۴۱ء) کے پانچ سالوں میں ملک سرکار عالی سے دو لاکھ چوہتر ہزار پچانوے ٹن جوار اور باجرا برآمد کیا گیا جس کے مقابلہ میں دو لاکھ اڑتالیس ہزار سات سو بائیس ٹن چاول کی درآمد ہوئی اس عرصہ میں دوسرے اجناس اور دالوں کی برآمد کو جسکی مقدار دو لاکھ اسی ہزار چار سو پانچ ٹن تھی اور اکیس ہزار آٹھ سو چھبیس ٹن گیہوں کی درآمد کو بھی شامل کر لیا جائے تو مذکورہ پانچ سالوں میں حیدرآباد سے بحیثیت مجموعی دو لاکھ ترسٹھ ہزار نو سو باون ٹن غلہ برآمد ہوا جس کا اوسط باون ہزار سات سو نوے ٹن سالانہ پڑتا ہے۔ چونکہ غذا کا سوال ایک کل ہند مسئلہ ہے اس لئے ملک کا کوئی علاقہ اپنی غذائی پالیسی دوسرے علاقوں سے الگ تھلگ رہ کر نہیں بنا سکتا ہے۔ اگر ہندوستان کے کسی علاقہ میں لوگ بھوکوں مر رہے ہوں تو یہ تکلیف سارے ملک کی ہوتی ہے افواہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچتے پہونچتے بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں ان علاقوں میں بھی جہاں مقامی ضروریات کیلئے غلہ کی کمی نہ ہو خوف پیدا ہو جاتا ہے اور غلہ کی خود ساختہ کمی کی وجہ سے قحط کی سی حالت کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں ۱۹۴۳ء میں بنگال کے قحط اور کلکتہ کی سڑکوں پر مردوں عورتوں اور بچوں کے مرنے کی یاد ہمارے ذہنوں میں ابھی تازہ ہے یہ اب عام طور پر مانا جاتا ہے کہ یہ قحط کم سے کم ایک حد تک خود انسان کا پیدا کردہ تھا غیر ذمہ دارانہ گفتگو اور افواہوں نے صوبہ بنگال اور آس پاس کے باشندوں کے خوف کو اسقدر بڑھایا کہ وہ قحط کو ناگزیر سمجھنے لگے

چنانچہ کاشتکاروں اور بنیوں نے وہ ذخیرے روک لئے یا چھپا دئے جو صورت حال کی سختی کو کم ضرور کر سکتے تھے ہندوستان نے اب یہ صاف طور پر محسوس کر لیا ہے کہ اس کے مختلف علاقوں کو اپنی اپنی غذائی پالیسیاں سارے ملک کے غذائی سوال کو حل کرنے کے نقطۂ نظر اور اسکے ایک جزو کی حیثیت سے بنانی چاہئیں اس لئے غلہ کی قیمتوں پر نگرانی فراہمی حمل و نقل تقسیم اور صرف کے مسائل کا انحصار نہ صرف مقامی حالات بلکہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے حالات پر بھی ہونا چاہیئے۔

ممالک محروسہ سرکار عالی کے غذائی سوال کے دو خاص اور فوری پہلو ہیں سب سے پہلے تو یہ کہ غلہ کی قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے آبادی کے اُس غریب طبقہ کو جو اُجرت یا مزدوری کا کوئی کام نہیں کرتا ہے تکلیف ہو جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ ہمارے اضلاع کرناٹک کے بعض علاقوں میں فصلوں کے خراب ہو جانے کی وجہ سے مقامی طور پر تکالیف کا سامنا ہوتا ہے ان علاقوں میں فصلوں کی خرابی پچھلے کئی سالوں سے ایک خصوصیت سی ہو گئی ہے۔ اس سوال کا تیسرا پہلو اُن دیہی علاقوں میں اجناس کی تقسیم ہے جہاں بڑے بڑے رقبوں پر غلہ کی بجائے مونگ پھلی ارنڈی اور دوسری نفع بخش فصلوں کے اگائے جانے سے غلہ کی پیداوار میں کمی ہو گئی ہے ان حالات کی بناء پر ہمارے مقامی مسئلہ کا حل قیمتوں پر قابو رکھنے اور اُس کے متعلقہ احکام کی سختی کے ساتھ پابندی کرانے دیہاتوں سے غلہ کی فراہمی اور شہر اور دیہی آبادیوں میں اُسکی صحیح تقسیم پر منحصر ہے لیکن چونکہ غذائی مسئلہ کو کل ہند نقطۂ نظر سے دیکھنا ہے اس لئے ہمیں صرف اپنی ضروریات کا خیال نہ کرنا چاہیئے اور نہ ہم ایسا کر سکتے ہیں دوسرے علاقوں کی طرح اس کام میں ہمیں بھی حصہ لینا چاہیئے بشرطیکہ ہم ایسا اس بات کا یقین کر لینے کے بعد کر سکتے ہوں کہ حیدرآباد کے ہر باشندے کو اُسکی مناسب ضروریات مل رہی ہیں۔

قیمتوں پر نگرانی کے عام مفہوم میں ہر وہ تدبیر شامل ہے جس کا مقصد غلہ کی ان قیمتوں پر اثر ڈالنا ہے جن پر اجناس درحقیقت خریدی یا بیچی جاتی ہیں۔ اگر حکومت غلہ کے حمل و نقل کے لئے کوئی ترجیح مقرر کر دے حمل و نقل کے ذرائع مہیا کرے یا غلہ کے صرف کی راشن بندی کر دی جائے تو اِس سے حکومت قیمتوں پر اثر ڈالتی ہے اور گویا قیمتوں پر قابو پانے کا عمل کیا جا رہا ہے۔ موجودہ حالات میں حکومت کو قیمتوں پر ایسی نگرانی عملاً ہر درجہ پر کرنا پڑتی ہے غلہ کی تجارت کو طلب و رسد کے قوانین کے تحت آزاد نہیں چھوڑا جا رہا ہے۔ اور نہ درحقیقت ان حالات میں اسے اس طرح چھوڑا جا سکتا ہے۔ حکومت کو اس سلسلے میں قیمتوں پر نہ صرف ایسی بالواسطہ نگرانی کرنا پڑتی ہے بلکہ غلہ کی فروخت کی زیادہ سے زیادہ قیمتیں مقرر کرکے قانونی طور پر بھی قابو پیدا کرنا ہوتا ہے۔ غلہ کی عام طور پر استعمال ہونے والی تمام جنسیں انہی مقرر کردہ قیمتوں کے اندر فروخت ہوتی ہیں ممالک محروسہ سرکار عالی کے ابتدائی بازاروں میں جوار اور باجرہ کی زیادہ سے زیادہ مقرر کردہ قیمتیں علی الترتیب اکیس اور بائیس روپیہ حالی ہیں برطانوی ہند کے ان علاقوں میں جو ممالک محروسہ کے پڑوسی ہیں یہی قیمتیں سکہ کلدار میں ہیں۔ چاول کے مختلف ابتدائی بازاروں میں موٹے چاول کی زیادہ سے زیادہ قیمتیں انتیس[۲۹] روپیئے حالی سے بتیس[۳۲] روپیئے آٹھ آنے حالی تک اور کھچڑی کے چاول کی قیمتیں بتیس[۳۲] روپیئے آٹھ آنے سے اڑتیس[۳۸] روپیئے آٹھ آنے تک ہیں۔

قیمتوں پر نگرانی کی کوئی پالیسی اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اجناس کے بڑے بڑے ذخیرے قبضہ میں نہ رکھے جائیں۔ ہم نے یہ دیکھ لیا کہ

جونہی کسی سرکاری حکم کے ذریعہ کسی جنس کی زیادہ سے زیادہ قیمت مقرر کیجاتی ہے اس جنس کے ذخیرے بازار سے غائب ہوتے جاتے ہیں اور وہ جنس یا تو چھپالیجاتی ہے یا چور بازار کے ذریعہ فروخت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں عوام یہ جنس اس آسانی سے حاصل نہیں کر سکتے جس آسانی سے پہلے حاصل کیا کرتے تھے اور یہ بات اُن کی تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا اجناس کا حاصل کرنا غلہ کے انتظام کے سلسلہ کی ایک نہایت اہم کڑی ہے۔ یہ لازم ہے کہ عوام کے کسی طبقہ کو بھی غلہ کا ذخیرہ کرنے سے روکنے کی ہر ممکنہ کوشش کیجائے۔ کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے کہ ایک معقول مدت کے اندر اُسے اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریات کیلئے غلہ کی جس مناسب مقدار کی ضرورت ہو اس سے زیادہ وہ ذخیرہ کرے۔

بہ الفاظ دیگر موجودہ حالات کے تحت یہ ناممکن ہے کہ غلہ کو سرمایہ کی طرح جمع کرنے یا زیادہ قیمتیں حاصل کرنیکی اُمید میں اُسے سٹہ بازی کے طور پر روک رکھنے کی اجازت دیجائے۔ اس کے علاوہ غلہ کی فراہمی کا کام صرف اسقدر نہیں ہے کہ اسے ان علاقوں سے حاصل کرکے جہاں اُس کی مقدار مقامی ضروریات سے زیادہ ہے قلت زدہ علاقوں کو بھیجا جائے۔ بہت کم اضلاع ایسے ہیں جہاں عام طور پر استعمال ہونیوالے تمام غلہ کی پیداوار مقامی ضروریات سے زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرے اضلاع میں ممکن ہے کہ کسی ایک جنس کی پیداوار مقامی ضروریات سے زیادہ ہو لیکن دوسری اجناس کی وہاں کمی ہوتی ہے۔ یا کسی ایک جنس کی کمی ہوتی ہے اور دوسری اجناس مقامی ضروریات سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اس لئے غلہ کا حصول ایک عام مسئلہ ہے جس کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ کاشتکار سے غلہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار راست حاصل کرلیجائے۔ یہاں قدرتاً سوال حکماً مطالبے اور کاشتکار کیلئے وہ ترغیب اور آسانیاں

بہم پہنچانے کا پیدا ہوتا ہے۔ جن کے تحت اُسے اپنی پیداوار کی زیادہ سے زیادہ مقدار کے فروخت کر دینے کی طرف مائل کیا جائے غلہ کے حصول کے مختلف قاعدوں میں سے بہترین یہ ہے کہ حکومت راست یا اپنے کارندوں کے ذریعہ اغذیہ کی ٹھوک خریدار بنجائے اور یہ خریداری ایسی قیمتوں پر ہو جن سے کاشتکار کو غلہ کی فصلیں پیدا کرنے کا خاصا مناسب معاوضہ ملجائے ٹھوک بیوپار بیں اس عمل سے حکومت کو غذائی صورت حال پر قابو حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ قابو لڑائی کے زمانے یا سارے ملک میں غلہ کی کمی کی صورت میں ایک ضروری چیز ہے۔ اغذیہ کے ٹھوک بیوپار پر حکومت کا پوری طرح اجارہ قائم کرنا یا اس تجارت کو قومی ملک بنانا نظری طور پر اغذیہ کی نگرانی کی سب سے زیادہ کامیاب صورت ہوگی کیونکہ اس طرح حکومت نفع اندوزی کو پوری طرح ختم کر سکے گی۔ اور غلہ کی منصفانہ طور پر تقسیم کا ذمہ لیا جا سکے گا۔ لیکن دوسرے علاقوں کی طرح حیدرآباد میں بھی ایسی مکمل نگرانی میں کئی مختلف مشکلات پیش آتی ہیں۔ جن میں سب سے بڑی دقتیں یہ ہیں کہ عوام اور خصوصاً دیہاتی اس کیلئے تیار نہیں ہیں اور یہ کہ ہمارے پاس اتنا کافی تربیت یافتہ عملہ نہیں ہے جس کے ذریعہ اغذیہ کے انتظامات کو ایک قومی ملک کی شکل دیجا سکے تاہم اس سلسلے میں ہم نے خاصا کام کیا ہے۔ حیدرآباد کے مشترکہ ادائی حصہ پیداوار کے حکم کے تحت یہ ضروری ہے کہ ہر وہ کاشتکار جو غلہ کی کاشت کرے اپنی پیداوار کا ایک حصہ لازماً حکومت کے ہاتھ فروخت کرے۔ باجرے اور دوسری مماثل اجناس کیلئے ادائی حصہ پیداوار کی شرح مرہٹواڑہ اور کرناٹک کے علاقوں کیلئے ایک من فی ایکر اور تلنگانہ کیلئے ڈیڑھ من فی ایکر مقرر کی گئی ہے یہ مقداران کاشتکاروں کے لئے جنہوں نے دس ایکر سے زیادہ زمین پر کاشت کی ہو دونی ہو جاتی ہے فصل آبی میں دھان کی کاشت پر ادائی حصہ پیداوار کی

شرح تمام ممالک محروسہ سرکار عالی کیلئے تین من فی ایکر رکھی گئی ہے۔ یہ مقدار کل پیداوار کا ایک چھوٹا سا حصہ ہوتی ہے۔

مشترکہ ادائی حصہ پیداوار کے قاعدے کے تحت حاصل ہونے والے غلے کے متعلق ضروری انتظامات کیلئے حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کا ادارہ قائم کیا گیا۔ کھلے بازار و نمیں غلہ کی مزید خریداری کیلئے اس ادارہ کو حکومت کا نمائندہ بھی مقرر کیا گیا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوے خاص طور پر خوشی ہوتی ہے کہ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن (یعنی حکومت سرکار عالی) کی جانب سے غلہ حاصل کرنے کیلئے ممالک محروسہ کی انجمن ہائے امداد باہمی سے روز بروز زیادہ کام لیا جارہا ہے۔ اس سلسلہ میں رہنمائی ضلع نلگنڈہ نے کی ہے جس کے مطابق دوسرے اضلاع بھی عمل کررہے ہیں۔ خرید اور فروخت کی انجمن ہائے امداد باہمی کا ایک جال سا ہر جگہ پھیلایا جارہا ہے۔ ان انجمنوں نے اتنا حصہ واری سرمایہ فراہم کرلیا ہے جس کی مدد سے ضلع کے تمام گاؤں میں مقامی ضروریات سے زیادہ غلہ خرید لیا جاسکے۔ ضلع نلگنڈہ میں چاول کے سوا دوسرا تمام غلہ ضلع کی ضروریات سے کم پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہاں دوسری اجناس کی نہ صرف مقامی پیداوار صرف ہو جاتی ہے بلکہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دوسرے علاقوں سے بھی اجناس کی درآمد کرنا پڑتی ہے۔ ایسی درآمدات اور ان کی تقسیم وغیرہ کے انتظامات بھی یہی نئی انجمن ہائے امداد باہمی کررہی ہیں۔ اس طرح غذائی صورت حال کی مشکلات سے ہم امداد باہمی کی تحریک کی اچھی طرح ترقی کرنے کا ایک زبردست موقعہ پیدا کررہے ہیں جسمیں عوام کے اس احساس سے مدد ملیگی کہ کاشتکار کو اس کی پیداوار کے فروخت کرنے کے قابل اطمینان انتظامات کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ نقصان پہنچا ہے۔

ہندوستان کی زراعت کے متعلق شاہی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ "کاشتکاروں کی مرفہ الحالی اور زراعتی ترقی کی ہر پالیسی کی کامیابی کا دارو مدار بہت بڑی حد تک زراعت پیشہ طبقہ کو یہ سہولت بہم پہونچانے پر منحصر ہے کہ کاشتکار اپنی ضروریات سے زیادہ غلہ کی مقدار کو زیادہ سے زیادہ نفع کے ساتھ فروخت کر سکے" چونکہ کاشتکار پیداوار کی فروخت کا کوئی اپنا انتظام نہیں رکھتے اسلئے وہ خاصے نقصان میں رہتے ہیں اور نفع کا بڑا حصہ درمیانی کارندوں اور دلالوں کے جیبوں میں چلا جاتا ہے۔ ممالک محروسہ میں اس سلسلہ میں کوئی تفصیلی معاشی تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ لیکن بعض ابتدائی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ جوار اور باجرہ کی فروخت میں کاشتکار کو اس قیمت کا جو صارف ادا کرتا ہے (۷۵ تا ۸۰) فیصد حصہ ملتا ہے۔ مدراس میں امداد باہمی کی کمیٹی کی رپورٹ بابت ۴۰-۱۹۳۹ء سے معلوم ہوتا ہے کہ چاول کی فروخت میں کاشتکار کو اس قیمت کا جو صارف ادا کرتا ہے تقریباً صرف (۶۵) فیصد حصہ ملتا ہے۔ ملک سرکار عالی میں چاول کی فروخت کی عام صورت حال وہی ہے جو صوبہ مدراس میں ہے۔ اس سے اچھی طرح اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب غلہ اور غلہ کے علاوہ دوسری پیداوار کی خرید و فروخت ہر سال کروڑوں روپیہ تک پہونچتی ہو کاشتکار درمیانی کارندوں کی وجہ سے کسقدر نقصان میں رہتے ہیں۔ جنگ اور قیمتوں پر نگرانی کی مختلف تدابیر کی وجہ سے کم سے کم امداد باہمی کی تحریک کو ایک زبردست موقعہ مل گیا ہے اس تحریک کے ذریعہ اس بات کی ہر ممکنہ کوشش کیجانی چاہیئے کہ کاشتکار اپنے آپ کو منظم کریں۔ پیداوار کو جمع کرنے کا کام خود سنبھالیں۔ اسکے ذخیرہ کرنے کا مالی بار برداشت کریں۔ پیداوار کی درجہ بندی کریں اور اسے

راست صارفین تک پہنچا دیں۔ امداد باہمی کے اصول پر پیداوار کی فروخت کی اچھی بنیادوں پر تنظیم ریاست کے لئے نہ صرف آجکل بلکہ جنگ کے بعد بھی دیہی آبادکاری کا ایک نہایت مفید پہلو ہوگی۔ لہذا ہم میں سے بعض کو امید ہے کہ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن مستقل طور پر سارے ممالک محروسہ سرکار عالی کے لئے ایک بہترین فروشندہ ادارے کی شکل اختیار کریگا جو امداد باہمی کے اصول پر کام کریگا۔

جبری حصول کا طریقہ چور بازار کے سوداگروں اور ذخیرہ کرنیوالوں کے خلاف جو زیادہ قیمتیں ملنے کی امید پر پیداوار کے ذخیرے روک رکھتے ہیں، اختیار کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بتانا غالباً بیجا نہیں ہے کہ یہ تصور کرنا حقیقت پسندی سے دور ہوگا کہ (پیداوار کے) کسی فرد سے کسی قیمت پر خریدنے اور کسی کے ہاتھ کسی قیمت پر فروخت کرنے کے غیر محدود حق کے دوبارہ بحال کردئے جانے سے اطمینان بخش نتائج حاصل ہوں گے۔ جبتک ہندوستان کے مختلف صوبوں اور ریاستوں میں غلہ کی کمی ہے۔ اس وقت تک آزاد تجارت کی اجازت دینے کا یہ صاف مطلب ہوگا کہ ناجائز طور پر درآمد و برآمد کرنے والوں کو اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے، سوداگروں کو چور بازار چلانے، ذخیرہ کرنے والوں کو ذخیرہ کرنے سٹہ بازوں کو غلہ میں روپیہ لگانے اور پیسہ والوں کو وہ طریقہ کار جو انہیں سب سے زیادہ نفع بخش معلوم ہو اختیار کرنے کی دعوت دیجائے، چاہے یہ کام عوام اور معاشرہ کے لئے کتنے ہی مضر ہوں۔ چنانچہ سب کی بہتری اس میں ہے کہ قیمتوں پر نگرانی کی مختلف تدابیر نہ صرف دوران جنگ میں بلکہ لڑائی کے ختم ہو جانے کے بعد بھی چند سال تک باقی رکھی جائیں۔

تقسیم کے سوال پر بحث کرنے سے پہلے میں حمل ونقل کی بعض مشکلات کا ذکر کرونگا۔ سارے ہندوستان کی طرح حیدرآباد میں بھی جو ریلوے واگین اس کام کے لئے مل سکتی ہیں ان کی مقدار محدود ہے۔ اس کے علاوہ پٹرول، ٹائروں، بیٹریوں اور فاضل پرزوں کی کمی کی وجہ سے ایسی موٹر لاریوں کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے جن سے بہ صورت دیگر کام لیا جاسکتا تھا۔ شکر ہے کہ قرضہ و پٹہ کے تحت محکمۂ ریلوے سرکار عالی کو سڑکوں پر حمل ونقل کے لئے گیس پلانٹ کے ذریعہ چلنے والی جو لاریاں مل گئی ہیں ان کی مدد سے ہم ملک کے اندر غلہ کی تیزی کے ساتھ نقل و حرکت کے سوال کو حل کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو سکے ہیں۔ تاہم یہہ بھی نہایت ضروری ہے کہ پیداوار کے علاقوں سے صرف کے علاقوں تک غلہ پہونچانے کیلئے بنڈیوں اور حمل ونقل کے دوسرے تمام مقامی وسائل سے پوری طرح کام لیا جائے۔

بعض علاقوں میں ہم نے حمل ونقل کا کام اونٹوں سے بھی لیا ہے اور بعض اضلاع میں بنجاروں کے بیلوں والے انتظامات حمل ونقل سے پھر کام لیا جانے لگا ہے۔ اُن سے اُس زمانے کی یاد تازہ ہوتی ہے جب ویلزلی اور کارن والس کے ذرائع حمل ونقل بھی یہی تھے۔ یا اس سے بھی پہلے جب بنجارہ نائیکوں، جھنگی اور بھنگی کے ایک لاکھ اسی ہزار بیل حضرت آصفجاہ کی فوجوں کو رسد پہونچایا کرتے تھے اور ان نائکوں کو روانیٔ طور پر تانبے کی وہ تختیاں ملی تھیں جن پر طلائی حروف میں یہ الفاظ کندہ تھے۔

"رنجن کا پانی۔ چھپر کا گھاس۔ ان کے تین خون معاف۔ اور جہاں آصفجاہ کے گھوڑے۔ وہاں بھنگی جھنگی کے بیل"۔

غلہ کے ذخیرہ کرنے کا سوال بھی کچھ کم مشکل نہیں ہے۔ تمام اضلاع میں مناسب گوداموں کی بہت کمی ہے۔ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن اپنے گودام آپ بنانیکا ایک پروگرام رکھتا ہے جب لڑائی کے موجودہ حالات ختم ہوجائیں گے اور قومی اساس پر غلہ کو خریدنے اور اس کا ذخیرہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہیگی۔ اس وقت انجمن ہائے امداد باہمی محکمہ زراعت ان گوداموں کو کاشتکاروں کے فائدے کیلئے استعمال کرسکیگا۔ بلدہ حیدرآباد میں تقریباً پندرہ ہزار ٹن غلہ کا ذخیرہ کرنے کے گودام ابتک تیار کئے جاچکے ہیں۔

اب میں غذائی مسئلہ کے ایک اور اہم پہلو، راتب بندی کا ذکر کروں گا۔ میرے خیال میں یہہ بات اب ہر شخص مانتا ہے کہ جب کسی قوم کیلئے غذا کی رسد مجموعی طلب سے کم ہو تو منصفانہ تقسیم کا واحد ذریعہ راتب بندی ہے۔ غلہ کی پالیسی کی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق راتب بندی (۱) ہمیں اپنے دوسرے ہم وطنوں کے دکھ کا احساس کرنیکی تعلیم دیتی ہے۔ (۲) شہروں میں اس چیز کو روکنے کا واحد ذریعہ ہے کہ دولتمند تو اپنے خرچ میں کوئی یا تقریباً کوئی کمی نہ کریں اور غریب طبقہ بھوکوں مرے (۳) غلہ کی دوکانوں پر اس مجمع بھیڑ بھاڑ کو ختم کرنیکا ایک ہی ذریعہ ہے جہاں دہشت اور سماجی بے چینی کے جراثیم پلتے ہیں (۴) نفع بازوں اور ذخیرہ کرنیوالوں کے خلاف رائے عامہ کو ابھار رکھنے کا بہترین طریقہ ہے اور (۵) راتب بندی کی ضرورت اسلئے بھی ہے کہ ہندوستان جہازوں اور حمل و نقل کی دوسری مشکلات کی باوجود دوسرے ملکوں سے غذا طلب کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ ایسے دوسرے ملک یہہ سوال کرسکتے ہیں "کیا تم یہہ امید کرتے ہو کہ ہم اپنا غلہ اور اپنے ذرائع حمل و نقل خود اپنے لئے استعمال نہ کرکے انہیں تمہارے لئے گنجائش فراہم کرینگے جب کہ تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ راتب بندی کے ذریعہ خود اپنے ملک کے پیداوار کو سارے ملک میں برابری کیساتھ تقسیم کرو۔"

راتب بندی ہی وہ واحد قابل اعتماد اساس ہے جسکی مدد سے غذائی ضروریات کا صحیح طور پر حساب لگایا جا سکتا ہے۔ اور حیدرآباد و ہندوستان نے ایک طویل پروگرام کے ناگزیر جزو کی حیثیت سے اسے قبول کرلیا ہے۔

بلدہ حیدرآباد میں راتب بندی گذشتہ موسم گرما میں نافذ کیگئی اور اجناس کی نوعیت کے متعلق بعض شکایات کے باوجود یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوچکا ہے چنانچہ اب دوسرے علاقوں میں اسی کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ بلدہ حیدرآباد سکندرآباد ورنگل اور نارائن پیٹھ میں تو راتب بندی پوری طرح نافذ ہوچکی ہے۔ اور جلد ہی اسے ممالک محروسہ کے کئی دوسرے چھوٹے شہروں اور اضلاع نلگنڈہ و محبوب نگر کے تقریباً پانچ تعلقوں کے گانوؤں میں نافذ کیا جائیگا۔ راتب کی معیاری مقدار سوا اسکے کہ رسد میں کوئی عارضی رکاوٹ پڑجائے بڑے آدمیوں کو ایک پاؤنڈ روزانہ سے کم نہیں ملنی چاہیئے۔

غلہ کی راتب بندی کا مسئلہ اپنے تحت مختلف سوالات رکھتا ہے۔ جب راتب بندی نافذ کیجاتی ہے تو ذی استطاعت لوگوں میں راتب بندی کے تحت نہ تقسیم ہونیوالی اغذیہ کے زیادہ استعمال کرنیکا قدرتی طور پر رجحان پیدا ہوجاتا ہے۔ اس سے عوام کے استعمال کیلئے اس خاص چیز کی رسد کم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ہر غذائی نظم ونسق کو ایسی چیزوں کو بھی راتب بندی میں شریک کردینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ شکر کی تقسیم راتب بندی کے تحت ہورہی ہے اور ہر شخص اسے اپنے کارڈ کے ذریعہ خرید سکتا ہے۔ دودھ کی قیمت میں اضافہ سے کم آمدنی والے ایسے خاندانوں کو جنمیں چھوٹے بچے ہوں مشکلات پیش آرہی ہیں اسلئے اب دودھ کی بھی راتب بندی کا سوال زیر غور ہے اگر اسکی قیمتیں کمی کی طرف مائل نہ ہوں اور فراہم ہونیوالی مقداروں کی نوعیت بہتر نہ ہو تو شہر میں دودھ کی راتب بندی کرنا پڑیگا

زیادہ غلہ اگانیکی مہم

ہمیں یہ بات ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ بحیثیت مجموعی غذائی

صورت حال کا انحصار بڑی حد تک موسمی حالات اور بارش پر ہے۔ ہندوستان اور خصوصاً دکن میں بارش پر جس حد تک بھروسہ کیا جاسکتا ہے اس سے سب واقف ہیں۔ اسکے علاوہ ملک کی آبادی میں تیزی سے جو اضافہ ہو رہا ہے اسکے مدنظر غلہ زیادہ اگانیکی کوششوں میں مزید طاقت پیدا کرنا اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے ایک ایسے ملک میں جہاں روزانہ کے خرچ میں فی کس ایک آدھ اونس کے قلیل اضافہ سے سال بھر میں لاکھوں ٹن مزید غلہ کی سربراہی لازمی ہو جائیگی کوئی غذائی پالیسی جسمیں مسئلہ کے اس اہم ترین پہلو کو نظرانداز کردیا گیا ہو، مکمل نہیں کیجاسکتی ہے۔ زراعتی پیداوار کو کسی نئے طریقہ سے فوری طور پر نہیں بڑھایا جاسکتا ہے۔ عام طور پر غلہ کی پیداوار کو بڑھانیکی صورتیں یہ ہیں۔

(۱) موجودہ قابل کاشت رقبوں پر زیادہ سے زیادہ کاشت کیجائے (۲) نفع بخش فصلوں کی بجائے غلہ کی فصلیں اگائی جائیں اور (۳) نئی زمینوں پر غلہ بویا جائے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنیکے لئے کھاد کی بہت زیادہ مقدار میں ضرورت ہوتی ہے۔ حیدرآباد میں کھاد کی تیاری کے بہت سے ذرائع ہیں و بدقسمتی سے ان سے ابتک پوری طرح کام نہیں لیا گیا ہے ایک نہایت اہم ذریعہ جس سے حال تک کسی بڑے پیمانہ پر کام نہیں لیا گیا تھا آبادیوں کا کچرا اور فضلہ ہے۔ اسکے علاوہ مونگ پھلی ارنڈی اور کسم کے پھول کی کھلی کی کھاد ہے جو کثیر مقدار میں حاصل ہو سکتی ہے لیکن ابتک اس سے بہت کم کام لیا گیا ہے محکمۂ زراعت پچھلے کئی سالوں سے ایسے کھاد کے زیادہ استعمال کیلئے پروپیگنڈہ کر رہا ہے اور اس سلسلے میں تقاوی کے طور پر خاصی رقمیں بھی دیگئی ہیں گر ہم مونگ پھلی کی کھلی کی اس تمام مقدار کو جو ممالک محروسہ میں تیار ہوتی ہے اور جسکی مقدار سالانہ اوسطاً تقریباً ایک لاکھ ٹن ہوتی ہے کھاد کے طور پر استعمال کرسکیں تو اس سے پانچ لاکھ ایکڑ زمین یا آبی فصل کے کل رقبہ کا تقریباً نصف حصہ کھاد حاصل کرسکتا ہے اسطرح دھان کی پیداوار میں زبردست اضافہ ہوگا۔ امداد باہمی کے اصولوں پر خارج کھات اراضیات یا ایسی قابل کاشت زمینوں کو جو بیکار پڑی ہوتی ہیں زیر کاشت لانے کیلئے تعلقہ آرمور

ضلع نظام آباد میں بعض دلچسپ تجربات کیئے گئے ہیں کئی قطعات اراضی پر ایسے مزدوروں نے جو اپنی ذاتی زمین نہیں رکھتے تھے اور چھوٹے آسامیوں نے کاشت کی ۔ یہ کاشت زیادہ تر غلہ کی کیگئی ۔ ان سب لوگوں نے مل جل کر اپنے ہلوں اور بیلوں سے کام لیا اور باہمی سمجھوتہ یہ ہوا کہ پہلے تو اراضی کا لگان پیداوار سے جنس کی شکل میں ادا کیا جائے اور باقی مقدار کو آپس میں تقسیم کر لیا جائے ۔ اس تقسیم میں ایک ہل ایک اکائی شمار ہو ۔ امید ہے کہ ایسے تجربات دوسرے اضلاع میں بھی ہونگے ۔ اسطرح رفتہ رفتہ کاشتکار عام طور پر اجتماعی کاشتکاری کے فوائد محسوس کرینگے

غلہ کی پیداوار کو بارش کی بے قاعدگیوں اور مختلف بیماریوں اور کیڑوں سے بچانے کا سوال کھاد کے سوال سے کچھ کم اہم نہیں ہے ۔ وسیع تر رقبوں کو زیادہ سے زیادہ کاشت کے تحت لانیکے لئے آبپاشی لازمی ہے اسکے علاوہ ملک میں ہل جوتنے والے جانوروں ۔ ذرائع حمل ونقل میں کام دینے والے بیلوں اور دودھ دینے والے جانوروں کی حفاظت اور ان کو بہتر بنانا بھی نہایت ضروری امر ہے حکومت نے جونہی یہ محسوس کیا کہ جانور بڑی تعداد میں ذبح کئے جارہے ہیں یہ حکم دیدیا گیا کہ حاملہ یا دودھ دینے والی گائیں اور دس سال سے کم عمر کے ایسے تمام جانوروں کو جن سے ہل جوتنے یا حمل ونقل کے کام لئے جاسکتے ہوں ذبح کرنا ممنوع ہے ۔ غلہ کی فصلوں کی بیماریوں سے نمٹنے اور آبپاشی کھیتوں کی منڈیر بندی اور دوسرے ذرائع سے دیہی زمینات کو لازمی طور پر بہتر بنانے کیلئے مختلف قوانین تیار کئے جارہے ہیں ۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں آبپاشی طویل زمانے سے حکومت سرکار عالی کی پالیسی کی ایک نمایاں خصوصیت رہی ہے ۔ برطانوی ہند کے بہت سے صوبوں سے ہم یوں زیادہ خوش قسمت ہیں کہ گانوؤں کے تالابوں اور نہروں وغیرہ کی نگہداشت اور ضروری انکی ترمیم ہماری حکومت کی ہمیشہ سے پالیسی رہی ہے ، کیونکہ تمام دیہی ذرائع آبپاشی ریاست کی ملک ہیں ایک طویل عرصہ سے ہمارے موازنہ میں ہر سال بڑی رقمیں پرانے اور ٹوٹے ہوئے تالابوں کو دوبارہ ٹھیک کرنیکے ایک باقاعدہ نظام العمل کیلئے مختص کیجاتی ہیں پچھلے پندرہ بیس سالوں میں نظام ساگر کا بڑا پراجکٹ اور رویرا ۔ پالیر اور

ڈنڈی جیسی چھوٹی اسکیمیں مکمل کیگئیں۔ یہ تینوں چھوٹی اسکیمیں اسی نوعیت کے کئی کاموں میں سے ہیں جنہیں اس زمانے میں تکمیل کو پہنچایا گیا ہے۔ اب ملنیر پراجکٹ کا کام ضلع کریم نگر اور جنید ریسا گر پراجکٹ کا کام ضلع محبوب نگر میں شروع ہو رہا ہے۔ جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے۔ ہماری طویل تر پالیسی میں تنگبھدرا رگوداوری پراجکٹس جیسی زبردست اسکیمیں بھی شامل ہیں۔ ان اسکیموں کے مکمل ہوجانیکے چند ہی سال بعد ممالک محروسہ میں چاول کی اسقدر پیداوار ہونے لگے گی جو کم سے کم اندرون ملک کی ضروریات کو کافی ہو۔ تنگبھدرا کے علاقہ میں ملکی آبپاشی کے تحت باجرے اور دوسری خشک فصلوں کی پیداوار میں بھی زبردست نتائج کی توقع کیجاتی ہے جنگی نمائش کے موقع پر اپنی تقریر میں میں نے بتایا تھا کہ غلہ زیادہ اگانیکے کاموں پر ہم نے کسقدر روپیہ صرف کیا اور کیا انتظامات کئے ہیں۔ ان باتوں کو میں یہاں نہیں دہراؤنگا البتہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال کپاس اور مونگ پھلی کی بڑھی ہوئی کاشت کو روکنے کی جو کوششیں ہم نے کیں ان میں خاص حد تک ناکامی ان چیزوں کی سارے ہندوستان میں بڑھی ہوئی اور سرکاری طور پر غیر مقررہ قیمتوں کی وجہ سے ہوئی۔ اسی وجہ سے ہمیں نفع بخش فصلوں پر پابندی عائد کرنے کا دستور العمل فوری طور پر نافذ کرنا پڑا۔ یہ دستور العمل خریف کی اس فصل کے بوئے جانے سے پہلے جو اب کاٹی جا رہی ہے۔ نافذ کیا گیا۔ جس کے تحت حکومت کو یہ اختیار دیا گیا کہ ان تمام صورتوں میں جب کسی اراضی کے ایک تہائی سے زیادہ رقبے پر کپاس یا مونگ پھلی کی کاشت کی جائے، جرمانہ کے طور پر مزید محصول بالگان عائد کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے محض قانون بنا دینے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ تمام اضلاع میں تعلقداروں نے پٹیلوں پٹواریوں اور نیز مجالس اغذیہ کے ارکان کے جلسے کئے تا کہ دیہاتیوں پر یہ اچھی طرح واضح کر دیا جائے کہ ہندوستان کے تمام علاقوں میں فاقہ کشی کو روکنے کیلئے ہر ممکنہ کوشش کرنا ان کا مذہبی فرض ہے۔ یہ کام وہ اجناس خوردنی کے زیر کاشت رقبہ کو وسیع کرکے اور کپاس اور مونگ پھلی کی کاشت کے رقبوں کو گھٹا کر کر سکتے ہیں۔

غلہ زیادہ اُگانے کی اس مُہم کے نتائج اچھے رہے ہے۔ غلے کی فصلوں کا زیر کاشت رقبہ جس میں خریف کی فصل کا باجرا اور دالیں اور آبی دھان شامل ہے سنہ ۱۳۵۴ ف کے ایک کروڑ چار لاکھ ایکر کے مقابلے میں سنہ ۱۳۵۵ ف میں ایک کروڑ نو لاکھ ایکر ہوگیا۔ گو اس سال آبی اور خریف کی فصلوں کے موسمی حالات کو پوری طرح قابل اطمینان نہیں کہا جاسکتا ہے۔ تاہم کاشت میں پانچ لاکھ ایکر کے اس اضافہ سے ہیں زیادہ غلہ حاصل ہوا۔ کُل پیداوار کے قطعی اعداد شمار معلوم کرنے کی کوشش کرنا ابھی قبل از وقت ہوگا۔ کیونکہ آبی اور خریف کی فصلوں کی دِرو میں وسیع پیمانہ پر تجربات کئے جاتے ہیں۔ پوری پیداوار کا اندازہ زیادہ صحیح طور پر اُس وقت کیا جاسکتا ہے جب اِن تجربات کے نتائج معلوم ہو جائیں۔ ربیع کی فصل بہتر حالات کے تحت بوئی جاچکی ہے۔ اور تابی فصل سے اچھی امیدیں وابستہ ہیں۔ کیونکہ سمت تلنگانہ کے کئی اضلاع کے تالابوں میں اس وقت پانی پچھلے سال کے اِسی زمانے کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

غذائی صورت حال کو بہتر بنانے کے سلسلے میں سب سے زیادہ نمایاں اور بڑی کامیابی خریف کی اس فصل میں کپاس کے زیر کاشت رقبہ کو کم کردینا ہے سنہ ۱۳۵۴ ف میں کپاس کی کاشت بتیس ۳۲ لاکھ ستر ہزار ایکر اراضی پر ہوئی تھی۔ جس کے بالمقابل سنہ ۱۳۵۵ ف میں کپاس کا زیر کاشت رقبہ تیرہ ۱۳ لاکھ بیس ۲۰ ہزار ایکر ہے۔ اسی طرح مونگ پھلی کے زیر کاشت رقبہ میں بھی چار لاکھ نوے ہزار ایکر کی کمی کی گئی۔ لیکن جن رقبوں کو اس طرح نفع بخش فصلوں کی بجائے غذائی فصلیں پیدا کرنے کے لئے حاصل کیا گیا تھا اُن کے صرف ایک حصہ پر خریف کے فصلوں کی کاشت ہوئی۔ یہ کاشت زیادہ تر دالوں کی ہے۔

ربیع کی فصل میں امید ہے کہ غلہ کے زیر کاشت رقبہ میں بڑا اضافہ ظاہر ہوگا۔

تاہم ابھی غلہ کی زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی پالسی کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بتانے کی ضرورت ہے کاشتکار پر زیادہ غلہ اگانے کے لئے زور دیا جا رہا ہے لیکن وہ ابھی یہ واضح طور پر نہیں جانتا ہے کہ اُسے کونسا غلہ اگانا ہے۔

طویل تر مدت کے ایک لائحۂ عمل کی حیثیت سے غذائی اور غیر غذائی فصلوں کی پیداوار کے غالباً پہلے ہی سے نقشے بنا لینے کی ضرورت ہو گی۔ زراعت اور صنعت میں زیادہ قریبی میل جول ہونا چاہیئے غیر غذائی فصلوں کی کاشت کی صرف اس حد تک اجازت ہونی چاہیئے جس سے سمندر پار کے لئے اس پیداوار کی ایک مناسب مقدار کی برآمد ہو سکے۔ اور ہندوستان کی صنعتوں کے لئے ضروری خام اشیاء حاصل ہو سکیں۔ اس طرح غیر غذائی فصلوں کے ایسے پیمانے پر اگائے جانے کا موقع نہیں دیا جانا چاہیئے جس سے کہ غذا اور چارہ کی مقامی ضروریات کا پورا ہونا خطرہ میں پڑ جائے۔ مزید برآں اس مسئلہ میں واضح طور پر رہنمائی کی جانی چاہیئے کہ قوم کی غذا میں وہ کیا تبدیلیاں کیجائیں جن سے ہماری غذا زیادہ قوت بخش ہو جائے یہ صحیح ہے کہ لوگ وہی غذائیں استعمال کرتے رہنے کا رجحان رکھتے ہیں جن کے وہ عادی رہے ہیں۔ لیکن قیمتوں میں کمی بیشی اور پروپگنڈے کی ملی جلی کوششوں کے غذائی عادتوں میں تبدیلی کیجا سکتی ہے۔ ہمارا مقصد نہ صرف زیادہ غذا پیدا کرنا ہونا چاہیئے بلکہ ہمیں اپنی غذا کو زیادہ قوت بخش اور غذائیت والی بنانے کی ضرورت ہے۔ اسطرح کوشش درحقیقت یہ ہونی چاہیئے کہ صحت بخش اور اچھی غذا ایسی مقدار میں پیدا کی جائے جسے ساری قوم آسانی سے خرید سکے۔ ہمیں اپنے پیش نظر صرف دالوں اور اجناس کی پیداوار نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ ہمارا مقصد صحت قائم رکھنے والی غذاؤں کی زیادہ پیداوار اور ان کا استعمال ہونا چاہیئے اُن غذاؤں میں دُودھ انڈے پھل اور ترکاریاں شامل ہیں۔ اگر ہمیں قوم کی عام جسمانی حالت اور

صحت کے معیار کو بڑھانا ہے تو ہمیں ایسی غذاؤں کی ضرورت ہوگی۔
ممالک محروسہ سرکار عالی کی موجودہ معروضہ آبادی کے لئے جو ایک کروڑ اکہتر لاکھ ہے، سالانہ بائیس لاکھ ستر ہزار ٹن غذا کی ضرورت ہے۔ یہ مقدار ہر بڑے شخص کے لئے آدھ سیر روزانہ اور دو سال سے بارہ سال تک کی عمر والے بچوں کے لئے پاؤ بھر روزانہ کے حساب سے نکالی گئی ہے (حساب لگایا گیا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی کی آبادی جو ۱۹۴۱ء ایک کروڑ ترسٹھ لاکھ تھی۔ ختم ڈسمبر ۱۹۴۴ء تک ایک کروڑ اکہتر لاکھ ہوگئی ہے دو سال سے کم کی عمر کے بچوں کی تعداد اب نو لاکھ اٹھاسی ہزار چار سو بیس، دو سال سے بارہ سال تک کی عمر والے بچوں کی تعداد پینتالیس لاکھ بہتر ہزار ایک سو پچاس اور بڑے اشخاص کی تعداد ایک کروڑ سترہ لاکھ چالیس ہزار پینتالیس ہے) ۱۳۵۳ف میں غلہ کی زیر کاشت اراضی مجموعی رقبہ (جس میں غذائی اجناس اور چاول کے علاوہ دالیں شامل ہیں) ایک کروڑ چونتیس لاکھ ساٹھ ہزار ایکر تھا۔ ڈاکٹر ایچ مین۔ کے حساب کے مطابق اس رقبہ کی پیداوار معمولی حالات میں تقریباً تینتیس لاکھ دس ہزار ٹن ہوگی۔ روپیہ میں بارہ آنے یعنی پچھتر فیصد پیداوار کے لئے بہتر موسمی حالات کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بدقسمتی سے ایسے حالات ہمیشہ نہیں رہتے ہیں۔ تقریباً ہر سال کسی نہ کسی علاقہ میں کوئی نہ کوئی فصل جزوی طور پر خراب ہو جاتی ہے۔ اس قسم کا سب سے زیادہ نقصان ملک سرکار عالی کے اضلاع کرناٹک کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ رسد کی تمام صورت حال بدل جاتی ہے۔
جیساکہ اوپر بتایا گیا ۱۳۵۳ف میں خریف کی فصل کے تحت غلہ جس میں دالیں بھی شامل ہیں، اور آبی دھان کے زیر کاشت رقبوں میں تقریباً پانچ لاکھ ایکر کا اضافہ ہوا ہے اگر تابی اور ربیع کی فصلوں سے معمولی پیداوار

حاصل ہو تو پچھلے سال کی بہ نسبت اس سال ہماری عام غذائی صورت حال خاصی زیادہ بہتر ہو جائیگی۔ تاہم مجھے ڈر ہے کہ چاول کی قلت ویسی ہی سختی کے ساتھ باقی رہے گی جیسی اب ہے۔ آبی دھان کا زیر کاشت رقبہ تقریباً اتنا ہی ہے جتنا پچھلے سال تھا۔ یہ رقبہ کم و بیش نو لاکھ نوے ہزار ایکڑ ہے۔ لیکن چاول کی جس قدر مقدار درآمد کا اب تک وعدہ حکومت ہند نے کیا ہے وہ صرف پانچ ہزار ٹن ہے۔ اس کے مقابلے میں لڑائی سے پہلے معمولی طور پر ہم تقریباً ساٹھ ہزار ٹن سالانہ چاول درآمد کرتے تھے۔ اس سال چاول کی ہندوستان میں اس قدر کمی ہے کہ پانچ ہزار ٹن حاصل کر لینا بھی ہماری خوش قسمتی ہے۔ چاول کی حد تک حیدرآباد کے خود مکتفی ہو جانے یا کم سے کم اس کی قلت کو ایک حد تک دور کرنے کے لئے زیادہ آبپاشی اور زمین کو زیادہ کھاد دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں گیہوں کی بھی کمی ہے لیکن یہ کمی کنٹرول سے پہلے کی معمولی درآمدات کے حساب سے صرف چھ ہزار تین سو ٹن کی ہے۔ حکومت ہند ہمیں چھ ہزار ٹن گیہوں دینے کا وعدہ اب تک کر چکی ہے۔ یہ مقدار ہماری معمولی درآمد کے تقریباً مساوی ہے، لیکن چاول کی خراب صورت حال سے خصوصاً شہروں میں گیہوں زیادہ صرف ہونے لگا ہے۔

یہ فرض بھی ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہا ہے کہ ہم ہندوستان کے اُن علاقوں کی مدد کے لئے جہاں غلہ کی مقدار مقامی ضروریات سے کم ہوتی ہے جوار باجرہ اور دالیں وغیرہ کی زیادہ سے زیادہ مقداریں روانہ کر سکیں۔ اس سال جسقدر برآمد ممکن ہے اسکی صحیح مقدار کا تعین ابھی نہیں کیا جا سکتا ہے گو نئی زرعی اعداد شماری کی مدد سے ہم پچھلے کسی سال کی خریف کی پیداوار کی بہ نسبت اس سال خریف کی فصل کی پیداوار کا زیادہ صحت کیساتھ اندازہ لگا سکیں گے

لیکن ہماری ربیع کی فصل جو اب تک ہمت افزا ہے ابھی اپنے ابتدائی زمانہ میں ہے اور اب سے فصل کے کاٹے جانے تک ہمیں فکر اور توجہ کے کئی ہفتے گذارنا ہیں۔ زرعی اعداد و شماری کے متعلق آپ کو یہ بتادوں کہ اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہمارے موروثی پٹواریوں کی عام غیر کارکردگی کی وجہ سے پڑی۔ ہم اب انہیں اس بات کی تربیت دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ زیر کاشت رقبوں اور انکی پیداوار کا زیادہ صحیح طور پر اندازہ لگا سکیں۔ اس سلسلہ میں اعداد و شمار فراہم کرنے والے عملہ سے یہہ کام لیا جا رہا ہے کہ وہ پوری طرح معائنہ کر کے اس مواد کے ایک بڑے حصہ کی جانچ کریں۔ جو عمال وہی نے ابتدا میں روانہ کیا تھا۔ اس سارے انتظام پر برابر نظر رکھی جاتی ہے تاکہ اعداد و شمار جمع کرنے کے طریقوں کو برابر بہتر بنایا جاتا رہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ گو ہمارے موجودہ اعداد و شمار پچھلے تمام اعداد و شمار کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہیں۔ لیکن ان اعداد و شمار کو صحیح معنوں میں قابل بھروسہ ہونے کے لئے ابھی اور وقت لگیگا۔ آنہ واری حساب اور پیداوار کی مفروضہ مقدار جس کی بنیاد اکثر و بیشتر محض اندازوں پر ہوا کرتی تھی۔ اس کا حساب اب فصل کے کاٹنے کے ان تجربات پر ہوگا۔ جو تمام ممالک محروسہ میں ایک وسیع پیمانہ پر کئے جا رہے ہیں۔ اس سال کے فصل کاٹنے کے تجربات ابتک صرف آبی دھان پر ہو رہے ہیں۔ خریف کی فصل پر کئے ہوئے تجربات کے نتائج ہنوز زیر تیاری ہیں۔ اور انکی اچھی طرح جانچ کی جا رہی ہے۔ ربیع کی فصل کے زیر کاشت رقبے کے اعداد و شمار ابھی وصول طلب ہیں۔ لہذا سنہ ۱۳۵۴ف کی فصلوں کی پیداوار کے متعلق ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ لیکن جو ذخیرے ہمیں حاصل ہیں انکی بنیاد پر اور خریف و ربیع کی فصلوں میں زیر کاشت اراضی کے رقبوں اور پچھلے سال کی برآمدات کے اعداد و شمار پر نظر کرتے ہوئے حیدرآباد نے فی الحال حکومت ہند کو تیرہ ہزار ٹن غلہ

(جو زیادہ تر باجرہ اور دوسری گول دانہ دار جنسوں پر مشتمل ہے۔) دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے عوض میں ہم پانچ ہزار ٹن چاول چھ ہزار ٹن گیہوں سے بننے والی غذائی اشیاء حاصل کریں گے۔ تابی اور ربیع کے فصلوں کے زیر کاشت رقبے اور مختلف اجناس کے آنہ واری حسابات کا علم ہو جانے کے بعد درآمد و برآمد کے سوال پر دوبارہ غور کیا جائیگا۔ ان آنہ واری حسابات کی بنیاد فصل کی درو کے ان تجربات پر ہوگی۔ جو اب ہو رہے ہیں: میرا خیال ہے کہ اس وقت ہم باجرہ وغیرہ کی برآمد میں کچھ اضافہ کر سکیں گے۔ کیونکہ ہندوستان کے دوسرے ایسے علاقوں کی ضروریات جہاں ان اجناس کا صرف ہے اس سال بہت زیادہ ہیں اسکے علاوہ حیدرآباد نے ستر ہزار ٹن دالوں (تور۔ مونگ۔ اُرد) کے دینے کا بھی وعدہ کیا ہے ان دالوں کی پیداوار ملک سرکار عالی میں کثرت سے ہوتی ہے۔ اور اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوے کہ دالوں کے زیر کاشت رقبہ میں تقریباً پانچ لاکھ ایکر کا اضافہ ہوا ہے ان کی برآمد آسانی سے کی جا سکتی ہے کنٹرول سے پہلے معمولی طور پر دالوں کی کل برآمد سالانہ تقریباً چھپن ہزار ٹن ہوتی تھی اب میں آپ کو مزید اعداد شمار سے پریشان کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ اعداد و شمار کو اگر باقاعدہ طور پر یکجا نہ کیا جائے تو یہ ہمیں کس طرح خطرناک طور پر دھوکا دے سکتے ہیں۔ ہم اعداد شمار کو زیادہ بہتر طور پر یکجا کرنے کے انتظام کی سخت کوشش کر رہے ہیں۔ اور ان حقیقی تجربات کی روشنی جو ہمیں حاصل ہو ہم اپنی غذائی پالسی میں وقتاً فوقتاً ضروری ترمیم کرتے رہتے ہیں۔

خواتین و حضرات۔ یہ ایک طویل خطبہ رہا جسے میں اور زیادہ طویل نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اب بھی یہ خوف ہے کہ ان تمام جزئیات کو پیش نظر رکھنے کی صورت میں اصل مقصد پر نظر رکھنا آپ کے لئے مشکل ہو جائیگا۔

اب بھی بہت سی تفصیلات بتانے کے باوجود میں نے غذائی پالیسی کے بعض اہم پہلوؤں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے جن میں انتظامات تشہیر۔ مرکزی ضلعواری اور دیہی مجالس اغذیہ۔ خلاف قانون کارروائیوں کی روک تھام کے انتظامات اور ناجائز طور پر برآمد و درآمد کے خلاف اختیار کی جانے والی تدابیر شامل ہیں۔ ان میں سے آخری انتظام کے متعلق میں مختصر طور پر یہ کہوں گا کہ میرے نزدیک اس بارے میں سب سے زیادہ موثر تدبیر یہ ہو سکتی تھی کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں مختلف اجناس کی زیادہ سے زیادہ ایسی قیمتیں مقرر کر دی جائیں جو حالی سکہ میں ان زیادہ سے زیادہ کلدار قیمتوں کے مساوی ہوں جو انہیں اجناس کی برطانوی ہند میں مقرر کی گئی ہیں۔ اس طرح ناجائز برآمد کی تحریک کا سب سے زیادہ باعث جو چیز (یعنے بیرون ملک سرکار عالی اجناس کی زیادہ قیمتیں حاصل کرنیکی امید) ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی اور ناجائز برآمد کا مقصد صرف برطانوی ہند کے چور بازاروں میں اجناس کی فروخت رہ جاتی اس مقصد کے لئے ناجائز طور پر برآمد کرنے والوں کو نہ صرف ہمارے روک تھام کے انتظامات سے سابقہ پڑتا ہے۔ بلکہ انہیں برطانوی ہند کی پولیس سے بھی بچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ میں (اپنے خطبہ میں) ان خرابیوں کا بھی ذکر نہیں کرسکا ہوں جو دیانت کے نقطۂ نظر سے ہمارے عمالان تحت اور عوام میں پھیل گئی ہیں میں نے یہاں عوام کا لفظ قصداً کہا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک رشوت حاصل نہیں کرسکتا جب تک کوئی دوسرا اسے دینے پر تیار نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اغذیہ پر نگرانی کے انتظامات نے رشوت لینے اور رشوت دینے والوں کے لئے بے انتہا مواقع پیدا کر دئے ہیں۔ اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ دیہی عمال اور دیہی مجالس غذائی تک نے جان بوجھ کر اغذیہ کی صحیح پیداوار کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور بلا شبہ بعض دیہی عمال ایسے ہیں جو ذی اثر کاشتکاروں کی اراضی کی پیداوار کو کم بتانے کی خاطر رشوت دئے جانے پر نارضامند نہیں ہوئے ہیں۔

اس صورت میں ہمارے بچاؤ کا واحد ذریعہ روشن خیال رائے عامہ ہو سکتی ہے اور اسے ایسا ذریعہ ہونا چاہیئے۔ اسی وجہ سے ہم نے اپنی مرکزی غذائی مجلس اور ضلعواری اور دیہی مجالس اغذیہ کے ذریعہ غیر سرکاری عہدہ داروں سے اشتراک عمل پر زور دینے کی کوشش کی۔ ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ غذا کی فراہمی اور تقسیم کرنے والے اداروں سے جو اشتراک عمل رفتہ رفتہ ہم کر رہے ہیں اس سے ان خرابیوں کے دور کرنے میں بڑی مدد ملیگی۔ ہم نے محکمہ رسد میں ایک خصوصی شعبہ تشہیر قائم کیا ہے جو صحافت اور عوام کو ہماری تدابیر کے اصول و مقاصد سے پوری طرح باخبر رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ محکمہ رسد کے ایک ایسے علیحدہ شعبہ کا قیام بھی اب زیر غور ہے جو بددیانتی کی شکایتوں کے فیصلے کرے گا۔ تاہم میں چاہتا ہوں کہ [illegible] اور ان تمام لوگوں سے جن پر آپ اثر ڈال سکتے ہیں ایک مرتبہ پھر یہ اپیل کروں کہ وہ [illegible] کی طرح ہماری مدد کرتے رہیں تاکہ غلط افواہوں کو [illegible] اور اس بات کا یقین حاصل کیا جائے کہ غذائی مسائل کے [illegible] تمام صحیح اطلاعات پہنچتی ہیں۔ ہم زیادہ تر ان غیر سرکاری عہدہ داروں کے شکرگزار ہیں جنہوں نے کئی اطلاع ہمیں بہم پہنچائی [illegible] ہم تعمیری تنقید کا بھی خیر مقدم کرتے ہیں جیسی توقع مجھے یقین ہے کہ ہم آپ اور دیگر جماعت [illegible] سے کر سکتے ہیں۔ آخر میں میں اپنے خطبہ کو تمام متعلقہ محکموں کے ملازمین سرکاری [illegible] کا شکریہ ادا کئے بغیر ختم نہیں کر سکتا جنہوں نے اغذیہ کی نگرانی کی اس مشکل اسکیم کو وجود میں لانے اور اسے کامیاب بنانے کیلئے نہایت محنت کے ساتھ کام کیا۔ اسطرح [illegible] تمام طبقوں [illegible] ہم سب کے تعلقات روز بروز زیادہ قریبی ہوتے گئے اور مجھے یقین ہے کہ [illegible] آخری نتیجہ سرکاری ملازمین کی ایک ایسی پود کی شکل میں ظاہر ہوگا جن کا [illegible] شہری اور دیہاتی زندگی کی حقیقتوں سے بہت قریبی اور عملی تعلق رہے گا۔

غ ح - گ ۳۳۰

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

خلاصہ

۱۔ اراکین مجلس [illegible] ایک [illegible]
[illegible] ترجمہ [illegible]

۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ [illegible] اصطلاحات [illegible] مرتب [illegible] ایک [illegible] اور [illegible] کتابیں [illegible]

۳۔ [illegible] کتابیں [illegible] الاصل [illegible]

[illegible] کتابیں [illegible] ہوں [illegible] جواب [illegible]

[illegible] کتابیں [illegible] لیا جائیگا۔

۴۔ [illegible] کتاب [illegible] اردو [illegible] ہے۔

۵۔ [illegible] کتاب [illegible] داری

۶۔ کتابیں [illegible] ہو گی۔

۷۔ کتابیں [illegible] ہے۔

۸۔ [illegible] تھا